عبدالہادی داوی — 'پیام مشرق' کا اوّلین افغان مبصّر

ڈاکٹر عبدالرؤف خان رفیقی

یکم مئی ۱۹۲۳ء کو پیام مشرق کی اشاعت[۱] کے بعد جہاں علم و ادب کو فکرِ اقبال کے نئے گوشوں کا پتا چلا وہاں اقبال کی فکری و معنوی جہتوں کو نئے زاویوں سے دیکھنے والے اربابِ علم و دانش کو نئے موضوعات ملے۔ چنانچہ پیام مشرق کے مشمولات اور موضوعات پر فنی و فکری حوالوں سے تبصروں کا سلسلہ شروع ہوا۔

افغانستان میں اس وقت کے مؤقر جریدے امان افغان کابل کے شمارہ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۷، میں پیام مشرق پر ایک مفصل تبصرہ شائع ہوا۔ ہمیں امان افغان کے متعلقہ شمارے تو نہیں ملے مگر یہی تبصرہ ایک اور ماخذ صدیق رہپو کی مرتبہ افغانستان و اقبال میں مل گیا لیکن یہاں تبصرہ نگار کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔[۲] اس مقالے کو راقم الحروف نے اپنی تالیف سیر اقبال شناسی در افغانستان میں شائع کیا۔[۳]

۱۹۵۵ء میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے اقبالیات کا تنقیدی جائزہ میں اس تبصرے کو آغا ہادی حسن سے منسوب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> آغا ہادی حسن صاحب، وزیر تجارت نے جو پہلے انگلستان میں افغانستان کے سفیر تھے امان افغان کابل میں پیام مشرق پر تبصرہ کے طور پر مضامین کا ایک سلسلہ تحریر کیا تھا جو کئی نمبروں میں چھپا۔[۴]

اس تبصرے کے حوالے سے جوناگڑھی صاحب کے الفاظ کو ذرا ترمیم کے ساتھ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی نے یوں نوٹ کیا ہے:

> امان افغان کابل میں جناب آغا ہادی حسن صاحب وزیر تجارت جو پہلے افغانستان کی طرف سے سفیر تھے ایک سلسلہ مضامین پیام مشرق پر بطور تبصرہ لکھا تھا جو کئی نمبروں میں شائع ہوا۔[۵]

متعلقہ تبصرہ افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے ابتدائی تحریرات میں شمار ہوتا ہے جبکہ استاد محترم جناب ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم اپنے تحقیقی مقالے ''افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات اور کتب'' میں اس اہم تحریر کے حوالے سے خاموش ہیں۔[۶]

آغا ہادی حسن کے نام سے فطری طور پر ذہن معروف و مشہور دانشور جناب پروفیسر آغا ہادی حسن کی

جانب جاتا ہے، جو اقبال کے معاصر، سفرِ افغانستان کے دوران ان کے ہم رکاب اور فارسی ادب کے معروف سکالر تھے۔ ''آپ نواب محسن الملک کے بھتیجے اور مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں سائنس کے استاد تھے۔ سر راس مسعود کے ساتھ آپ بطور سیکریٹری افغانستان گئے تھے۔''[۷]

پروفیسر ہادی حسن سے متعلق سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

پروفیسر ہادی حسن میرے پرانے دوست ہیں۔ ان سے بارہ برس کی ملاقات ہے نواب محسن الملک کے بھتیجے ہیں۔ پہلے سائنس میں ڈگری لینے کے لیے انگلستان گئے تھے پھر واپس آ کر جامعہ ملیہ میں رہے وہاں سائنس کلاس کو ترقی دی۔ پھر مسلم یونی ورسٹی چلے گئے۔ فارسی ایک حیثیت سے ان کی مادری زبان ہے اور ایرانی فارسی ایرانی لب ولہجہ میں اچھی بولتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ مردانہ حسن وصورت اور اعتدالِ قامت سے بھی سرفراز ہیں۔ فارسی میں اب جا کر پی ایچ ڈی کی ڈگری لندن سے حاصل کی ہے اور ایرانی جہاز رانی پر انگریزی میں ایک کتاب بھی لکھی ہے۔[۸]

ان بیانات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ افغانستان میں پیام مشرق کے اوّلین مبصر آغا ہادی حسن نہیں بلکہ افغانستان کے سابق سفیر اور وزیر تجارت عبدالہادی خان داوی تھے۔ عبدالہادی داوی علمی، سیاسی پس منظر کے حامل فرد تھے۔ افغانسان میں ان کی خدمات بہت معروف ہیں۔

یہ ابہام اس وقت اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا جب حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں افغانستان میں مشہور افغان اقبال شناس جناب عبدالہادی داوی کی آثار اردوی اقبال زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ عبدالہادی داوی اپنی تحریر کسی اور سے منسوب دیکھ کر قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے ''اقبالیات کا تنقیدی جائزہ'' میں عبدالہادی خاں کے بجائے آغا ہادی حسن لکھنا ان کا سہو قرار دیتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں کہ یہ مقالہ آغا ہادی حسن کا لکھا ہوا نہیں بلکہ عبدالہادی خاں داوی کا ہے۔ لکھتے ہیں:

بندہ از مدت ہا قبل با آثار دری علامہ علاقہ پیدا کرد، بودم چنانچہ در امان افغان نام جرمجلّہ سابقہ مقالاتی عاید بہ علامہ اقبال و آثار اونوشتہ بودم ولی مجمل ومختصر چنانچہ مؤلف کتاب ''جائزہ تنقیدی اقبال'' غفر اللہ لہ کہ از طرف (اکادمی اقبال) بہ زبان اردو در سنہ ۱۹۶۵ء طبع شدہ است این مقالات مراذکر ولی نام مرا سھو نمودہ است۔[۹]

جناب عبدالہادی داوی متذکرہ بالا تحریر کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

در کتاب مذکور صفحہ ۳۵ نام مرا آغا ہادی حسن نوشتہ اند غالباً نوشتہ ای کہ بمولف مذکور رسیدہ، بخط شکستہ مغشوشی بودہ کہ کلمہ ''عبد'' را آغا و ''خان'' را حسن خواندہ است زیرا باین نام شخصی درمحیط ما موجود نیست و نہ مقالہ در امان افغان نوشتہ است بلکہ ترکیب این نام در وطن ما مروج نیست۔ البتہ وظائف رسمید مرا صحیح در کتاب مذکور کردہ است کہ وزیر تجارت وقبل از آن سفیر افغانستان درلندن بودم۔[۱۰]

عبدالہادی خان داوی کا بنیادی تعلق کندھار سے تھا۔ ان کے والد گرامی عبدالاحد خان کندھار کے

مشہور اطباء میں سے تھے۔ امیر عبدالرحمان خان نے انھیں کابل بلا کر درباری اطباء میں شامل کر لیا تھا۔[۱۱]

عبدالہادی داوی کابل کے باغ علی مردان میں ۱۳۱۳ھ ق ۱۴/ جمادی الاوّل بمطابق ۱۲۷۲ھ ش/ ۱۸۹۵ء پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۹ھ ش میں کابل کے حبیبیہ لیسہ میں داخل ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ ش میں یہاں سے سندِ فراغت لی۔ یہاں پر آپ مولوی عبدالرب اور مولوی محمد آصف کے حلقۂ تلامذہ میں رہے۔ جن کی خصوصی توجہ سے آپ کی سیاسی فکر کو تقویت ملی۔ علاوہ ازیں یہاں پر فارسی کے اساتذہ ملک الشعراء قاری عبدالرشید اور عبدالغفور ندیم کی صحبت میں ادبی ذوق کو جلا نصیب ہوئی۔ مولوی محمد ظفر اور مولوی محمد حسین خان نے آپ کے سیاسی اور مجموعی ذوق کو پروان چڑھایا۔ انھی اساتذہ کی بدولت اردو زبان سے آشنائی ہوئی۔

۱۲۹۰ھ ش میں افغانستان میں صحافت کے بانی علامہ محمود طرزی کے بلانے پر سراج الاخبار افغانیہ'' سے منسلک ہوئے۔ یہاں پر کابل میں شعبۂ حزب کے مدیر علی آفندی سے ترکی زبان سیکھی۔ عربی صرف ونحو تو طالب علمی میں پڑھی تھیں۔ لیکن شام اور مصر کی جدید عربی سے جناب محمود طرزی کے ذریعے سے شناسائی حاصل ہوئی جو عربی کے بہت بڑے ماہر اور افغان دانشور تھے۔[۱۲] محمود طرزی شاہِ افغانستان امان اللہ شاہ غازی کے سسر تھے۔

۱۲۹۶ھ ش میں امیر حبیب اللہ خان پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ داوی اس پاداش میں سات مہینے تک جیل میں رہے۔ آپ ابھی نظر بند ہی تھے کہ امیر حبیب اللہ خان ایک اور قاتلانہ حملے میں مارے گئے۔ جیل سے رہائی کے بعد سراج الاخبار افغانیہ جس کا نام اس وقت امان افغان رکھا گیا تھا، کے مدیر مسئول مقرر ہوئے۔

۱۳۰۰ھ ش میں افغانستان میں وزارت خارجہ کے ہندوستان اور یورپی شعبے کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس دوران افغانستان کی مستقل آزادی اور خودمختاری کے لیے علامہ محمود طرزی کی قیادت میں ایک وفد برطانیہ بھیجا گیا۔ اس خصوصی وفد میں عبدالہادی داوی بھی شامل تھے۔

۱۳۰۱ھ ش میں افغان خارجہ امور میں مشاور دوم کی حیثیت سے تعیناتی عمل میں آئی۔

۱۳۰۲ھ ش حکومت افغانستان کی جانب سے بخارا میں سفیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء کے اواخر تک بخارا میں رہے۔ افغان اور برطانوی حکومتوں کے مذاکرات کے نتیجے میں انگریزوں نے افغانستان کی آزاد حیثیت تسلیم کر لی تو ۱۳۰۲ھ ش میں عبدالہادی خان داوی افغانستان کے سب سے پہلے وزیر مختار کی حیثیت سے لندن میں تعینات ہوئے۔[۱۳]

۱۳۰۵ھ ش میں وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد افغانستان کے وزیر تجارت کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران افغانستان میں بچہ سقہ کا انقلاب (۱۹۲۹ء) برپا ہوا۔ عبدالہادی خان داوی کچھ عرصہ کے لیے جیل بھیج دیے گئے۔ رہائی کے بعد سقوی حکومت کے خلاف محاذ آرائی شروع کی۔ اس سلسلے میں

قندہار، قلات اور شاہ جوئی کے سفر کیے لیکن نامساعد حالات سے مجبور ہو کر بمبئی چلے گئے۔ اقتصادی بحران کی وجہ سے کراچی آئے اور افغان ملت کے لیے سیاسی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ لاہور سے افغانستان کے نام سے ایک فارسی جریدے کا اجرا کیا۔ اسی نام سے مصر سے عربی جریدے کا بھی اجرا کیا۔

۱۳۰۸ھ ش میں افغانستان میں نادر شاہ کی حکومت کی بحالی کے بعد دوبارہ آپ کو کابل بلایا گیا اور جرمنی میں وزیر مقرر کیے گئے۔ ایک سال وہاں رہنے کے بعد حج کی سعادت حاصل کر کے وطن واپس آئے۔

۱۳۱۱ھ ش میں افغانستان کی انجمن ادبی کے اعزازی رکن منتخب ہوئے۔

۱۳۱۲ھ ش میں حضرت علامہ اقبال اور ان کے علمی رفقاء سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی نے افغانستان کا علمی دورہ کیا اور انجمن ادبی افغانستان کو ان زعماء کی میزبانی کا شرف حاصل رہا۔[۱۴] اس سال اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اور عبدالہادی داوی کو تیرہ سال تک جیل کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔[۱۵] ۲۵ قوس ۱۳۲۵ھ ش جیل سے رہائی ملی۔

۱۳۲۷ھ ش المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ کے دربار سے منسلک ہوئے۔

۱۳۲۸ھ ش ''دہ سبز'' کے عوام کی جانب سے افغانستان کی ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن منتخب ہوئے۔ ملی شوریٰ میں ''نمائندگان شوریٰ'' کی جانب سے ملی شوریٰ کے رئیس منتخب ہوئے۔

۱۳۳۲ھ ش میں افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے مصر تشریف لے گئے۔

۱۳۳۴ھ ش میں افغان سفیر کی حیثیت سے انڈونیشیا تبادلہ ہوا۔ چار سال تک وہاں رہنے کے بعد خرابی صحت کی بنا پر وطن واپس آئے۔[۱۶]

۱۳۴۴ھ ش میں کابل میں ''مشران جرگہ'' کے ممبر اور بعد میں اس جرگہ کے رئیس منتخب ہوئے۔

چار سال تک یہی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران جسمانی معذوری لاحق ہوئی۔ قوت سامعہ جواب دے گئی۔ تحریر اور اشاروں سے بات کرتے رہے۔

۱۳۶۰ھ ش میں ضعف اور معذوری کے باوجود ''پلار وطنہ ملی جبہ'' کانفرنس میں شرکت کی۔

۲۷/اسد ۱۳۶۱ھ ش/۱۴۰۲ھ ق/۱۹۸۲ء کو کابل میں وفات پائی اور اگلے روز پورے اعزاز و تکریم کے ساتھ کابل کے شہدائے صالحین میں سپرد خاک کیے گئے۔[۱۷]

پشتو اور فارسی کے اس مقتدر اہل قلم نے سیکڑوں موضوعات پر مقالات تحریر کیے۔ مقالہ نگاری کے علاوہ کئی مستقل آثار و تالیفات منصۂ شہود پر آئیں۔

۱- زما پاك رسولؐ (عبدالحمید قریشی کی اردو کتاب پیغمبر اسلام کا پشتو نثر میں ترجمہ) مطبوعہ لاہور ۱۳۳۸ھ ش۔

۲- تجارت مابابا س۔س۔س۔ر۔ (فارسی) مطبوعہ انیس کابل ۱۹۲۲ء۔

۳- غیاصه (منظوم پشتو) ۱۳۶۵ھ ش۔

۴- گل خانه یا مجموعۂ پریشان (منظوم) اس میں بعض متاخرین اور متقدمین شعراء کا کلام شامل ہے۔

۵- نغمه (منظوم)۔

۶- رجال وطن (تذکرہ) افغانستان کے بعض مشاہیر ادباء و شعراء کا تذکرہ۔

۷- لالی ریخته (شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کی اردو کلام کا منظوم فارسی ترجمہ)۔

۸- آثار اردوی اقبال (افغانستان میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے حوالے سے شائع شدہ، کابل ۱۹۷۷ء (۲ جلد)۔[۱۸]

جناب عبدالہادی خان داوی کے متذکرہ سوانحی نوٹ اور منقولہ بالا حوالہ جس میں مؤرخین نے عبدالہادی داوی کو ہادی حسن نقل کیا ہے، کے علمی، ادبی و تاریخی انکشاف کے بعد اس حقیقت میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ یہ پیام مشرق پر تبصرہ جو امان افغان کابل میں شائع ہوا تھا عبدالہادی داوی کا تحریر کردہ ہے نہ کہ آغا ہادی حسن کا۔ ویسے بھی عبدالہادی خان داوی کو افغانستان میں پہلے اقبال شناس کا اعزاز حاصل ہے جنھوں نے حیات اقبال ہی میں نہ صرف علامہ کے فن و شخصیت پر لکھا بلکہ ان کے اردو کلام کا منظوم فارسی ترجمہ کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کی اقبالیاتی خدمات میں علامہ پر مستقل تصانیف بھی ہیں۔

- لالئی ریخته (علامہ اقبال کے اردو کلام کا منظوم فارسی ترجمہ) غیر مطبوعہ۔
- آثار اردو اقبال (فارسی) ۲ جلدیں۔ مطبوعہ کابل ۱۹۷۷ء۔

عبدالہادی خان داوی نے حضرت علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔

''خطاب بہ اقبال''

صبا بگوئی بہ اقبال خوش بیان از من   کلام تست کہ سرتا بہ پای آن اثر است
صدای زندگی از سر زمین مردہ خوش است   کہ نالہ ہائی اسیران ز سوزش جگر است
عجب نباشد اگر سرزدہ است از ظلمات   کہ آب چشمۂ حیوان و کوکب سحر است
چگونہ ظلمت آفاق را سخن ندارد   کہ از سپیدہ مجزا ''امید'' منفجر است
چرا خراب نسازد چگونہ در ندھد   چو سیل تند و چون صہبلی ناب شعلہ ور است
چرا زمین دل آسیا نخندا اند   کذاب دیدہ ابر بہار پاکتر است
جز ور جامعہ را آب میدھد جودت   ہم آن فروغ گرا نمایہ را سروثمر است
شعار نظم تو تریاق سم استعمار   نظام نثر تو اہسام ظلم را سپر است

چو تیشہ تو زبان اشناسی کوہسار است   بہ گوش کاھن مانیز گرم و پرشر است
تو بہ تو بہ ایں ملتِ بلند خیال   زروشنای قلب و ز پاکی گہر است
خطابہ تو بہ عنوان ''ای جواں عجم''   بہشت گوش پریشان سرمۂ بصر است
دل و دماغ منور کجاست تا داند
چہ تپش گوی صادق چہ کشف معتبر است[۱۹]

۞۞۞

حواشی و حوالہ جات

1- Khuram Ali Shafique, *Iqbal an Illustrated Biography*, Iqbal Acadmy Pakistan, 2005, P.206.

۲- صدیق رہپو (مرتب)، افغانستان و اقبال، وزارت اطلاعات وکلتور موسسۂ انتشارات بیہقی کابل، ۱۳۵۶ھ ش/۱۹۷۷ء، ص ۱۔

۳- ڈاکٹر عبدالرؤف رفیق (مرتب)، سیر اقبال شناسی در افغانستان، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۲۰۰۴ء ص ۱۴۸-۱۶۶۔

۴- قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی، اقبالیات کا تنقیدی جائزہ، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، ۱۹۵۵ء، ص ۴۴۔

۵- ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، اقبال کی صحبت میں، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۸۳۔

۶- ڈاکٹر سلیم اختر (مرتب)، اقبال ممدوح عالم، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۲۸۴-۳۰۵۔

۷- اقبال ریویو، اقبال اکادمی پاکستان، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۳۹۔

۸- سید سلیمان ندوی، سیر افغانستان، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س۔ن، ص ۷۔

۹- عبدالہادی داوی، آثار اردوی اقبال، جلد اوّل، وزارت اطلاعات وکلتور مؤسسہ انتشارات بیہقی کابل ۱۳۵۶ھ ش، ص ۸۔

۱۰- ایضاً، ص ۸۔

۱۱- زرین انزور، دا افغانستان و ژور نالیزم مخکشان، مطبع دولتی کابل ۱۳۶۵ھ ش/۱۹۸۷ء، ص ۶۶۔

۱۲- عبدالرؤف بینوا، اوسنی لیکوال، جلد اوّل، مطبع دولتی کابل، ۱۳۴۰ھ ش، ص ۳۶۸-۳۸۳۔

۱۳- افغانستان کالنی، مطبع دولتی کابل، ۱۳۵۰ھ ش، ص ۲۲۰۔

۱۴- سیر افغانستان، ص ۸۔

۱۵- اوسنی لیکوال، جلد اوّل، ص ۳۷۳۔

۱۶- ایضاً، ص ۳۷۳۔

۱۷- عبداللہ بختانی خدمت گار، پشتانہ شعراء، جلد ۵، اکادمی علوم افغانستان کابل، ۱۹۸۸ء، ص ۳۲۲۔

۱۸- ایضاً، ص ۳۲۷-۳۲۸۔

۱۹- د افغانستان کالنی، شمارہ مسلسل، ۴۵-۴۶، ۱۳۵۹ھ ش، مطبوعہ کابل، ص ۱۰۰۸۔